نے مسلمانوں اور یہود دونوں کو تین تلخ چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے پر مجبور کردیا: قبول عیسائیت، قتل یا جلاوطنی...... وہ ہزاروں یہودی کہاں چلے گئے ہوں گے' جو اپنے دین وعقیدے سے دستبردار نہیں ہوئے ......ان سب نے اسلامی ممالک کا رخ کیا، جہاں انہیں مناسب انسانی حقوق ملے۔ اور وہ غرباً مراکو (مراکش) سے شرقاً عراق تک اور شمالاً بلغاریہ سے جنوباً سوڈان تک پھیل گئے۔ انہیں ترکِ دین، تشدد واستحصال، نسل کشی اور اجتماعی جلاوطنی سے دوچار ہونا نہیں پڑا' جس سے انہیں عیسائی ملکوں میں پالا پڑا تھا۔ نیز ہولوکوسٹ Holocost ☆ بھی اسی جبر وتشدد کی ایک کڑی تھی۔

قرآن کریم' مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہر وہ یہودی جو امانت سے متصف اور اپنی قوم کی تاریخ سے واقف ہو' دل کی اتھاہ گہرائی سے اسلام کا احسان سمجھتا ہے، کیونکہ اسلام نے 50 نسلوں تک یہودیوں کا تحفظ کیا، جبکہ مسیحیوں نے انہیں طرح طرح کی ایذاؤں سے دوچار کیا اور ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی پر بس نہیں کیا' بلکہ آگ اور ہتھیار کی زبان پر ترکِ دین پر مجبور کیا۔ پس یہ کہنا کہ **''اسلام' تلوار کے زور پر پھیلا''** ایک بدترین افسانہ اور جھوٹا الزام ہے۔

سوال یہ ہے کہ پوپ نے یہ جملہ اس وقت کیوں نقل کیا؟ اس کا جواب صدر بش اور اس کے حلیفوں کی اسلام کے خلاف روا رکھی گئی ''صلیبی جنگوں'' کے پس منظر میں ڈھونڈا جا سکتا ہے کہ جارج بش کی حلیف طاقتیں تیل کے کنووں اور پٹرول کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کی سامراجی ذہنیت کے لئے کسی جواز کی تلاش میں تھیں، تو پوپ صاحب نے انہیں اپنا ہدف حاصل کرنے کا جواز دینے کی کوشش کی۔ تاریخ میں پہلی بار حرص وہوس کے شیطانوں نے دین کا لبادہ نہیں اوڑھا ہے اور نہ ہی پہلی بار ظالمانہ کارروائیوں کو ''دینی رنگ'' دیا گیا ہے اور نہ ہی ان رہزنوں نے پہلی بار انسانی خون کی ہولی کھیلنے کو ''مقدس جنگ'' قرار دیا ہے۔ پوپ کی تقریر اسی قدیم انداز فکر کی ایک کڑی ہے۔ (اس مضمون کو مغربی ذرائع ابلاغ نے وسیع پیمانے پر نشر کیا ہے۔)

بشکریہ: (الرائد۔الہند) 25 ذوالحجہ 1427ھ بمطابق 16 جنوری 2007ء

❁❁❁❁❁❁

☆ ہولوکوسٹ: تمام یہودیوں کا متفقہ نظریہ ہے کہ نازیوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران 60 لاکھ یہودیوں کا قتل عام کیا۔ (حالانکہ یہودیوں کی آبادی کبھی اتنی نہیں رہی۔) اس تاریخی جھوٹ یا مبالغہ آرائی کا انکار یہودی قانون کے مطابق جرم ہے۔ آسٹریلیا کی ایک عدالت نے تاریخی حقائق کی رو سے اس بات کو مفروضہ قرار دینے پر ایک برطانوی تاریخ دان کو 3 سال قید کی سزا دی ہے۔

[روزنامہ جنگ 21 فروری 2006ء]

سوانح علمائے اہل حدیث

آہ! مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی داغِ مفارقت دے گئے

(2007 - 1913)

عبدالرحیم روزی

پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالغفار حسن ۲ ربیع الأول ۱۴۲۸ھ = 22 مارچ 2007ء بروز جمعۃ المبارک 94 برس کی عمر پاکر اس دارفانی سے دارالبقا کی طرف انتقال فرماگئے۔ ﴿إنا للّٰہ وإنآ إلیه راجعون﴾ (للّٰہ ما أعطی وله ما أخذ وكل شيء عنده بأجل ولا نقول إلا ما يرضى ربنا)

آپؒ نے 20 جولائی 1913ء کو عمر پور ضلع مظفر نگر صوبہ یوپی کے روہتک (کرنال) میں ننھیال کے ہاں آنکھیں کھولیں۔ یہی علاقہ آباء واجداد سے آپ کے خاندان کا مسکن تھا۔ اگرچہ آپ کے دادا محترم دہلی چلے آئے تھے اور یہیں رہا کرتے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ شیخ حبان مصر سے ہندوستان آکر آباد ہوگئے تھے۔ آپ کا معروف سلسلہ نسب یہ ہے: (عبدالغفار حسن بن عبدالستار حسن بن عبدالجبار بن منشی بدرالدین بن محمد واصل) کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن کے والد بزرگوار، والد کے ماموں عبیدالرحمن اور والد صاحب کے چچا مولانا ضیاء الرحمن سب شیخ الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ کے والد حافظ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کی زیر ادارت کلکتہ سے علمی مجلہ **"ضیاء السنۃ"** ماہ تاباں کی طرح طلوع ہوتا رہا۔

1916ء کا سال آپ کے لیے "عام الحزن" تھا جس میں آپ کے والد، دادا، اکلوتے بھائی عبدالقہار اور والدہ سب وفات پاگئے۔ اس کے بعد آپ کی تربیت آپ کی دادی اور پھوپھی نے کی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم دارالہدیٰ (دہلی) میں حاصل کی، پھر ایک سال دارالحدیث (کلکتہ) میں پڑھتے رہے اور دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) سے 1933ء میں بعمر 20 سال فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ، مولانا عبیداللہ رحمانی، مولانا محمد سورتی اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہم اللہ مشہور ہیں۔ مولانا احمد اللہ کی وساطت سے آپ کی سند اجازت 23 واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے۔

23 سال کی عمر میں مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ نے "تراجم علمائے حدیث ہند" میں آپ کا تذکرہ کیا، جو کہ آپ کے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔

دہلی میں آپ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماعات میں شرکت کرتے تھے۔

1936ء سے 1942ء تک صحاح ستہ پڑھایا۔ اس کے بعد 1948ء تک مشرقی پنجاب کے مالیر کوٹلہ میں مدرسہ کوثر العلم قائم کرکے تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یہاں آپ کے قابل ذکر تلامذہ میں مولانا عاصم حداد تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل وعیال سمیت یکم مئی 1948ء کو ایک مہاجر قافلے کے ساتھ پاکستان روانہ ہوئے۔ قافلہ چلتے وقت 5000 نفوس پر مشتمل تھا۔ مالیر کوٹلہ پہنچتے پہنچتے صرف 500 افراد رہ گئے۔ بڑی مشکل سے براستہ واہگہ لاہور پہنچے۔

آپ 1941ء میں جماعت اسلامی کی تاسیس کے موقع پر ہی اس سے وابستہ ہوگئے تھے۔ تین بار آپ کو "جماعت اسلامی پاکستان" کا قائم مقام امیر بنایا گیا۔ کبھی گرفتار بھی ہوئے۔ لیکن جب جماعت اسلامی نے جمہوری طریقہ انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے 1957ء میں استعفیٰ پیش کیا۔

1953ء میں فتنہ قادیانیت کے خلاف "تحریک ختم نبوت" میں گیارہ ماہ تک پس دیوار زنداں رہے۔

6 مئی 1957ء میں آپ نے اپنے پرانے ساتھی حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر "جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد" کا قیام عمل میں لایا، جس کا پہلا طالبعلم جناب ڈاکٹر صہیب حسن حفظہ اللہ ہیں۔ 4 سالہ قیام کے دوران "الجامعۃ السلفیۃ" میں بھی پڑھایا۔ یہاں آپ کے ساتھیوں میں حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد عبدہ، مولانا محمد صادق خلیل، پروفیسر غلام احمد حریری اور حافظ محمد بھٹوی جیسے ممتاز علماء شامل ہیں۔ اس کے بعد "دار القرآن والحدیث فیصل آباد" میں بھی منتہی طلبہ کو پڑھایا۔

غالباً 1962ء میں چند ماہ ڈاکٹر اسرار احمد کے "حلقہ مطالعہ قرآن" منٹگمری (ساہیوال) سے منسلک رہے۔ 1963ء میں کراچی بحر العلوم سعودیہ گئے۔ اس کا نام بدلوا کر دار الحدیث رحمانیہ کراچی رکھا اور اسے نئی زندگی دی۔ جب آپ نے انگریزی تعلیم کو روشناس کرایا تو چند اساتذہ نے مخالفت کی۔ اس پر آپ نے استعفیٰ دیا اور دوبارہ "جامعہ تعلیمات" سے وابستہ ہوگئے۔ مگر طلباء اور مہتمم الشیخ عبدالوہاب کے پرزور اصرار اور حکیم عبدالرحیم اشرف کی اجازت سے پھر کراچی تشریف لے گئے۔

اس دوران مدینہ یونیورسٹی سے الشیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد بطور نمائندہ پاکستان تشریف لائے اور 24 ستمبر 1964ء کو آپ سے ملاقات کی۔ اسی سال الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورۃ قائم ہوا تھا۔ پاکستان سے حافظ محمد گوندلوی اور مولانا ممدوح دیار نبی ﷺ تشریف لے گئے۔ محدث علامہ گوندلوی تو ایک سال بعد واپس تشریف لے آئے لیکن مولانا موصوف 1982ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ یہاں آپ مسجد نبوی کے خوخۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ کی جانب درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھی اساتذہ میں الشیخ حماد انصاری، الشیخ عبدالمحسن حمد العباد، الشیخ عطیۃ محمد سالم، الشیخ ابوبکر جزائری، الشیخ محمد عمر